



مولانا آزاد لائبریری

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ڈاکٹر رام بابو سکسینہ، کلکشن  
(عطیہ: مسز آفتاب سکسینہ)

U132420

Title - Deewan Hasefat Mehmam (Part-3)

Creator - Sayyed Fagdul Hasan Hasefat Mehmam

Publisher - Al Naja Press (Lucknow)

Date - 1918

Pages - 12

Subjects - Urdu Sharai - Kulliyat - D. Darul Uloom



بِسْمِ اللّٰهِ

# دیوانِ حضرت موبانی

حصہ سوم

ہمیں یہ فضل بحسنِ حضرت موبانی بی اے سابق ایڈیٹر دوئے معلیٰ علی گڑھ  
کی وہ کل غزلین درج ہیں جو دیوانِ حضرت حصہ سوم کی ترتیب  
و تدوین کے بعد لکھی گئیں اور

جو

اکتوبر ۱۹۱۶ء سے جولائی ۱۹۱۷ء تک  
اردو زبان کے قریب قریب کل رسالوں اور اخباروں میں شائع ہو کر  
عام طور پر مشہور اور مقبول ہو چکی ہیں

مرتبہ بیگم حضرت موبانی

جس کو اسحاق علی علوی نے اپنے

المستطاب پرنسپل واقعہ لکھنؤ میں چھاپا

قیمت فی جلد  
۱۰ روپے

ایک دم حضرت موبانی نے علیگڑھ سے شائع کیا  
۱۹۱۶ء

پہلا جلد

# بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ”رُویست الفت“

درس حق جانی ہریان بھی حسرت آزاد کا  
 کامیابی پر شائبہ ناز ان ہن ارباب ہوں  
 یہ بھی کیا انصاف ہو اے دشمن اہل وفا  
 ٹوٹ جائے کیون نہ ہمت عاشق ناکام کی  
 مان لینے آپ کی خاطر سو یہ بھی ہم مگر  
 جلوہ اُمید گو یا درسیان فکر و یاس  
 سن کے ذکر عشق رہ جاتے ہیں اکثر ہم خوش  
 لطافت کی نوبت بھی آنکلی گہی اویاز یار

قید خانہ مدرسہ گویا پشیمان فیض آباد کا  
 ہر طرف ایک شور برپا ہو مبارکباد کا  
 ہم رہیں ناکام یوں اور کام نہ ہو  
 جب نتیجہ کچھ نہ نکلے کوشش پروردگار کا  
 بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپ کے ارشاد کا  
 ایک نمونہ ہے چراغ رہ گزرا باد کا  
 اب تلک آتنا اثر باقی ہے انکی یاد کا  
 ختم بھی ہو گا کہین یہ سلسلہ یاد کا

شاہ جیلان سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی  
 یوں نہ ہونا چاہئے تھا فیصلہ بغداد کا

دل مایوس کو گرویدہ گفتار کر لینا  
 سکون یاس میں بھی ممکن نہیں اب ہم غریب کو  
 کہیں آؤ جو آنا ہے کہ بولیں شاد کچھ ہم بھی  
 تم سے وہ نہ باز آئے تو ہمیں بھی ہوا لازم  
 حصول رحمت حق کیلئے کافی ہے عشق میں  
 وہ دن اب یاد آتے ہیں بہارِ خوشنما کے

وہ ان کا پردہ انکار میں اقرار کر لیا  
 قیامت ہے کسی کا وعدہ دیدار کر لیا  
 بعد یاس خاطر اغیار کر لیا  
 دل مجبور کو خود کردہ آزار کر لیا  
 گلِ عصیان کو زیب طرہ دستار کر لیا  
 وہ میرا حجب کو دامن کو بھار کر لیا

<p>تو ہے بریں کہ گویا نہیں آتا          محرمات کہہ رہے ہیں کہ وہ اس آ          میں ہے۔ بھگت تہے تھا نہیں آتا          اب تک چور ہو رہا تھا نہیں آتا          بھگت سے بھگت کے بھگت ہیں آتا          اب لفظ غلامی اس گویا نہیں آتا</p>	<p>یہ نہیں آتا          یہ لفظ الہی          یہ نہیں آتا          یہ لفظ محرمات          یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>
<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>	<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>
<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>	<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>
<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>	<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>
<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>	<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>
<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>	<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>
<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>	<p>یہ لفظ نہیں آتا          یہ لفظ نہیں آتا</p>

عشق نہایت بگانی تھا	چرخ کیا
دل غم کی نادی دیکھو	بیمہ اچھیرا
نہیں صیانت نہ	موتی الٹ
دل مایوس بھی نہیں رہا	بیمہ اچھیرا

۱۹۰۰ء  
 زکریا رشتہ سے حسرت  
 (تسلی کو آواز خالی کہتا ہے)

بہت صدمہ غم شوق کا دعویٰ چھوٹا	کدھر سے دامن صبر دل شیدا چھوٹا
اس سے اس شوق کے انگوٹھی بات	کدھر تر کر ملاقات کا جھگڑا چھوٹا
اب نہیں کوئی بھی ارمان توڑنا ناکامی	ابک آتش سے دل وقت تما چھوٹا
داغ لکھتے خود ہی عشق سے بونے کر	میں کے ہاتھ سے کیوں دامن لیا چھوٹا

سیرت شاد	سیرت درد کی ہیں بھی حسرت
سے جس روز سے وہ باور بچا چھوٹا	سوداں زبان قدیم

آہ کس نا آشنا سے تھا ہیں پالا پڑا	آہ کس نا آشنا سے تھا ہیں پالا پڑا
سوداں ناکام ہوئے ہے درملا پڑا	سوداں ناکام ہوئے ہے درملا پڑا
دیکھو یہ ہے تھی آہ آرزو والا پڑا	دیکھو یہ ہے تھی آہ آرزو والا پڑا
سو لپ تشریف میں آہ سے تھلا پڑا	سو لپ تشریف میں آہ سے تھلا پڑا
سور تھا بام پر وہ گیسوں والا پڑا	سور تھا بام پر وہ گیسوں والا پڑا

اس شہر میں وہ عالم آہستہ نظر میں آیا	اس شہر میں وہ عالم آہستہ نظر میں آیا
سیرت دیدار دل بھر آہستہ آیا	سیرت دیدار دل بھر آہستہ آیا

<p>تیا ب نظر آیا نام نظر آیا          ناکامی بھراں نے یہ دیکھتے جہاں بلا          اسے آو دل عاشق و معشوق تری          اندر سی مکرہ می اندری ناکامی          اس قتل سے آنکھوں کو دم بھریں          جسکو کہتے تھے سہرا بہ آزادی</p>	<p>عاشق جو نظر آیا نام نظر آیا          جو صبح کا ہوا تھا سو شام نظر آیا          پہلے سے ہی وہ بڑا کر خود کام نظر آیا          جو شوق کیا تھنے دس دس نام نظر آیا          روئے تیرے وہ کیا ایسا آرام نظر آیا          دوزخ میں تیرے تھے آگ کی آبی</p>
---	--

<p>۱۲ رگت سلطنت          عشق کا حسرت کے انجام نظر آیا</p>	<p>روانی کی گلیوں میں چھاپ پڑا حیران          مقام راجہ</p>
---	---

<p>سوچ گل میں وہ پلانا باد حسرت خیز کا          سم نے وہ کھیا ہم جنوں شہریدگان شوق کا          سیکڑوں کو کوہ وادوں باجہ جاں بازی          وہ گڑنا ہی کہیں مجھے تو سننے کیلئے</p>	<p>یاد میں وہ دستیاں وہ دھڑکا ہوا ہرگز          ست و شام نہ شور و ساز خیز کا          اس عالم میں تیرا وقت خیر          یاد ہے اندر تیرا کھنکھار آئینہ کا</p>
--	---

<p>خیر باد          شہنشاہی ہے حسرت کے اشتعال سے خیز کا</p>	<p>ایروہ قلم ہیں شہدائے ابد          مقام وہاں</p>
---	--

<p>عاشق با سرب چو کا دمرا          چشم متکش عشق و اداس          بن مسہر اور کیا دھن کیا          یاد تیرا تیرے شہر خرام          وہ دہل وادوں کی خواہ</p>	<p>تکندہ رخ آتش و مر          جسے دیکر دھڑکا ہوا ہرگز          اس دنیا میں تیرے لئے          بیچ تیرا شہر و قلعہ مر          کان زیارت یاد کا دمرا</p>
---	--



معدود		سجنا پر بسترِ محبت		سناجھانی	
از غم عشق آگوا و برا					
راج دوشاخ جو شاو بنا		کس سے کچھ کا شناہ بنا			
روئے نہیں پر وہ نہیں ہر		دلربا سے دل آگاہ بنا			
جدو سن کوستہ دل پر		خضر بنہا و ناگاہ بنا			
حبیب علی بندہ شاوی سے حیا		آہو گر اور حبیب کا و بنا			
بے تنگی پر ہمال رخ یار		منہ قدرت اللہ بنا			
اگر نازکی حسرتیں جو تھی		حسن و نشان سے دیکھا بنا			
سندھ		دنِ محبت میں کہ عسا کو عالم		تہم	
		سجنا و دیہ گداز گاہ بنا			
کراہت		آہ اُس دل سے لذت آوار کا فراز			
تاریخ		سے عشق پر تہا			
دست		سیرا سا ہو گیا تہت			
کس کس کا خون آج نہ ہو جا بے کچھ		گرا ہو اے ابر کی تلوار کا فراز			
سیر نشان شاہ سے		دور و اکی شوقی رشتہ کا فراز			
وہ اور دیکھو عاشق کیس کے مال کو		کس نے نہ پاتا تکر			
۱۴۱۰ راج		میں کیا کہیں کہ شرم سے کیسے جھکا کسر		میلانہ کالج	
		چھپا اُنھوں نے شرم		مار کا فراز	
پہنچی پہنچا		آہاں پر ہر سو طرح			

ہو رہا ہے سبزیاں مچھتاں ساہل بیکراہی اپنی کھوڑوں کی توخی بشار یہ حیا پر در ملاسن طبع جسے کیا کوس یرخنی ہے آج کی رسم مروت سے بعید ہوں خیال خاطر احباب ظاہر من خوش	نہان بچہ دی ہے سہان روز عید اور آ کر کیا انھیں دلوں اور خان روز عید بچہ دی اغرا ہے یعنی داستان روز عید کچھ تو کہلے حلیہ چہاں نشان روز عید ورنہ میں مجور اور خوش ہوں میان روز عید	
یکم اربعہ ۱۹۷۰ء	خاطر غم دیدہ حسرت ہے جو غم نمونہ	علیحدہ کلاٹ
کر گئی جسے پاکالی عتاب کلام کتاب بہت ستائی جو انکی دوری تلافی غم بھی بے ضرور زیر پرغاں ہوں خرمیہ خطر کیا ملا توں کا نفس میں مینا نہ کرے نہیں برہم چھوٹی سے	کر گئی سدو دلے شکر رہ پیام و سلام کتاب ہو جلد صبح وصال بارے بگی فرقت کی شام کتاب خیال نابوس ونگ چھوڑوں بیگی پروا نام کتاب میان امید ہوا آخر ہینگے ہم زبرد نام کتاب	
یہی ۱۹۷۰ء علیحدہ	اگرچہ خود و لفظار بھی میں گرفتار غل شہا بھی ہوں	حسین بریلی
یہ عرض حال کرتے ہیں کسی سے ہم اھو میں بھی ہیں آمد مسلسل بوسا کی ۱۔ عطا بیان رد غمہ و غول سے فائدہ اکامیوں پہ اپنی منہی آگئی تھج تاج شہری مزاج کی حسرت پرستیاں ہر دی اطم سے بڑھا اور میں الم	کس کو کہتے ہیں دیوتا انکی سے ہم مانوس دیکھو ایسے ہیں دیوتا انکی سے ہم آکاہ ہوسے ہیں کسی کی گلی سے ہم سو سکتے شہسار ہوے یکسی سے ہم گو یا کہ آشنائی میں ہیں انہی سے ہم باز آئے ہمیشہ تری اس دہی سے ہم	

کیا پوچھنا ہے لطف الہاے شوق کا وہ برسہ جفا ہیں تو ہم مائل و قائل ابر بہار میں : ہولے خباں رہی منا نہیں جو ہوش کا اپنے کہیں پتا کس درجہ دل پذیر ہے حیرانیوں	لٹے ہیں ایسے رخ سے بھی کس غشی سے تنگ آگئے ہیں شوق کی دہشتگی سے یعنی نہ بات کہیں گے نیکشی سے اب اسکا حال پوچھنے و انگلی سے نارنج ہیں شوق عنت فرزا نگلی سے
--	--

۱۸۹۶ء	حسرت ہیں وقت پیروی تو میں و نسیم کیوں سسلا ملائیں کسی لکھنوی سے ہم	تمام سو اہان
-------	---	--------------

جہاں سے بعد مردن بھی ہیں وہ شاد کرتے ہیں بغاں لب تک نہیں لٹتے کبھی ہم یو لکھنوی ہیں کہیں کیا اجر میں کیونکر دل مضطرب رہتا ہے نہیں ہیں یہ دوست الٹی لکھنوی ہیں	لگا کر چھو کر ہیں خاکِ لہر باد کرتے ہیں قفس میں بھی خیالِ خاطر صبا کرتے ہیں پوچھو کیسے تکیں دل نشاد کرتے ہیں وہ میرا گریہ ناکام شاید یاد کرتے ہیں
--	--

۹۷	ہائے نار دے اے اے کا تلو اگر حسرت نہیں : در دگان در بھی فریاد کرتے ہیں	سکا پور
----	---	---------

ستارے نہ سب سے : دھنگار ہوں تیں بڑا غامیو لے کج ادائی سب امان رائیں نے توڑ کے تو بہ شراب پوائی گئے وہ دن کہ تبا وصالِ یام کی تھی ترا یہ رنگ کہ ہے بے سبب تھا کھ سے نہ دوں بہشت کے بدلے میں ایک جام شراب	رُلا ہے : چٹے خود ہی بیقرار ہوں میں بکڑے کچھ سے نہایت ہی شرمسار ہوں میں رہیں ابر ہوں مت کش بہار ہوں میں یہ حال اب ہے کہ مومن جبریا ہوں میں مرا یہ حال کہ جو ہے مقبرہ راز ہوں میں نہ آفتاب سے بدلوں وہ بادِ خوار ہوں میں
--	--

۱۹۹۱ء	وہ درد مند ہوں حسرت اگر اب بچا ہے ستم کرے جو لطف بھی کوئی تو اسکی بار ہوں میں	منجور ہو
۱۹۹۲ء	اپنے دلوں میں نہیں نہ رہے نہیں نہ بخواروں میں ہوں خود دیا ہے محبت کا پتہ چھو حال کچھ دیا الفت سے نہیں تفت گر کیا کم چھ لے خوش قسمت شراب خودی سے مست ہو جو خالی تھکوا کیا معلوم کتنے ہیں کئے لئے گئی ہے خودی کیا جانے تھکوا کہاں خودی میں کیا ہوا کرتا ہے کیا جانے کوئی حقہ بختان محبت کا یہ کہتا ہے نصیب	بہ خود ہر دو جہاں ہوں تیکے ستراروں میں ہوں بغیر غما ہر میں ہوں باطن میں شیاروں میں ہوں عاشقان درد کے میں کفش برداروں میں ہوں اے شے تقدیر ان آنکھوں کے پیاروں میں ہوں وہ مری سر کا میں اُنکے دق داروں میں ہوں میں نہیں ہوں محفل یار میں پیاروں میں ہوں سب سمجھتے ہیں یہی تھکوا کہ بیکاروں میں ہوں ظاہر اُسوتا ہوتا ہے میں پیاروں میں ہوں
۱۹۹۳ء	نام آزادی زباں پر سیری حسرت آئے کو کس کے آخروام الفت کے گرفتاروں میں ہوں	
۱۹۹۴ء	ہو جیسا ہم پہ نہ ہم شکوہ بیداد کریں ظہن وہ بعد کو دیں ست محبت کا بھ بیل ثوق ہیں ملتا ہے ترپنے میں مزا لیا سمجھا ہے اسیران نفس کو میناد	آکجا خاطر ہے سیاہ کریں پیلے خود بخود ہی عذو یاد کریں سخت جانی کا گلاں ہم پہ نہ بلا کریں دلی ہلا دیں جو کہی درد سے فریاد کریں
۱۹۹۵ء	اور ہو جائے گی یچین طبیعت حسرت عیش ایام متن کو نہ ہم یاد کریں	علیہ السلام کالج
۱۹۹۶ء	سیر کی عمر ساری کوئے جانا گئی گلابی میں	بلا جائے مری کیا ہیں سے فرماؤنی میں

نہیں معلوم یہ کس کنبہ اداں کا چوکھٹ ہے خیال یار سے تسکین خاطر ہو تو ہوتا یہ زہے بیکس نوازی، وہ دل بیار پر نہیں	کہ پھرتا تھا جاتا ہی تھوکی جہ سانی تکلی اور دیکھا کوئی شبائے جدائی نہیں کہتے شہر میں کوچ ادا کی
شہد	جواب نامہ پاسے ہوئی سے غلام میں حسرت جہاں میں خوری تھی یہ وہ پھر آزمائی میں
ترک ہوس زلفت چلیبیا نہیں ملن پھر اور تامل کا سبب کیا ہے خدا یا تسکین سے پریشانی ملن اور بھی دلی نقش قدیم یار کو بھی پاس ادب سے کہ تیکہ دل مضطر کہے درد مجھے فراد اچھی بخودی شو بہ کس سے نکالت	اب جاے مرے سرے یہ سو دیا میں یاد نہ آؤں اٹھیں ایسا نہیں یعنی تپش قسم کا ادا نہیں شکل کہتے پاس کے لگانا نہیں اب لے ستم صبر تھا ساتھی وہ ساتھی ہیں پھر بھی تاشا نہیں
خبر دینا	چم کی تینا ہوتے کو چنے کے ہوتے حسرت سے یہ لے جو سراپا نہیں ملن
میرا دل دوسرے محبت دور ہوں میں جہہ ورپے لطف زہری مستی ملگی ہے مرے لب پہ ہر خوشی دکھا دوں غزا کو ان کے ستم کا	شراب محبت کا غور ہوں میں تیرا کی عیش ہو فور ہوں میں اگر واقف ترستور ہوں میں اگر پاس الفت سے مجبور ہوں میں
ادراگت سے	خراپائیاں محبت کا بند نا وہی حسرت رند مشہور ہوں میں
مقام ہوا	

<p>وہ کس کس شرم سے غرض کر رہے ہیں بجسرت دیکھتے ہیں غیر ریلٹ و کرم آنکے گرفتاران غم کو کیا ضرورت قید ظاہر کی ہو یا دیتی ہے صحوں یا دُاس جو غافل کی</p>	<p>گر پاس وفا کے عاشق لگیں کرتے ہیں بہ ناکامی سپاس آہ بے آفرین کرتے ہیں تیرے سوداؤں کو لوگ کیوں بخیر کرتے ہیں بڑی شکل سے کم توپ وفا تحریر کرتے ہیں</p>
<p>سنت ۱۷۷ نہیں یا ریلے غامبوشی کہاں تک خفا غم حسرت فراق یار میں ہم تاملہ مستبگیر کرتے ہیں</p>	<p>عقیدہ کالج</p>
<p>لگتے ہیں اس اداسے کہ گویا خفا نہیں تسکین بخشیں سے بڑا درد اور بھی شوق بقا سے درد کی ہیں ساری طواریں کتاب کسی کے نام تاقول اٹھانے ل محرومیوں نے دل کا یہ کیا حال کر دیا ارماں مرے وصال میں نکلیں تو کس طرح شوق جہاں آج تک اُسے ہم ہے اتما تو ہوں خیال میں اُنکے کبھی کبھی خود اُسکو میری عرض تناسے شوق پر میری نگاہ شوق پر اسدرجہ ننگیاں</p>	<p>کیا آپ کی نگاہ سے میں آشتا نہیں سینے غم لہذاق کی کوئی دوانیں ورنہ دعا سے اور کوئی دعا نہیں کیا ہمتی صبر کی کچھ انتہا نہیں گویا امید ہر دم آشتا نہیں ہر شہرت سے دل تیرا ہی راستا نہیں کتنا ہے اُنکو اکبر وہ زار فاشیں میں درد و جفا ہوں تو یہ بھی برا نہیں کیوں درد نہ ہوئی اُسے ہے کہ گویا آشتا نہیں اور اپنی پیشم شوق کو سطلق سترائیں</p>
<p>ایچ سنت ۱۷۷ بجسرت مرے کلام میں موتی کے رنگ ہیں فلک سخن میں ٹھہرا کوئی دوسرا نہیں</p>	<p>آگرہ</p>
<p>کب یہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے گنگار نہیں</p>	<p>ہاں مگر اتنی جفا کے بھی مرزا نہیں</p>

سیرے اظہارِ ندرت کو پشیمان کیا عقل بھی اہل میں اک شبہ حیرانی ہے نہی آپ جناسے جو نہیں باز آئے	اب نہ کہتا کہ میں رسم سے انکار نہیں ہو بخاری ہے جی میری کہ ہمارا نہیں جاسے جاسے اب ہلو بھی امرائیں
۵ جولائی ۱۹۰۳ء	خری شوقِ تہادت کو مبارک حسرت ٹھکھکو ایرام ہے اس شمع کو انکار نہیں
مقامِ جہانی	
دنگ حرماں وہ کہاں زعفرانِ شادی میں دنگ لایا آخر سوزِ دروں کا شکوہ	قید کا لطف نہیں راحتِ آزادی میں پڑ گئے آبلے آخر لبِ فریاد ہی میں
۷ جولائی ۱۹۰۳ء	حسرت اک دیکے واں تک ہے دریائے واں فرق یہ ناخ و آتش کی ہے استساوی میں
محوِ حسرت ہوں وقفِ محنت میں لا آبا بلی مزاج رکھتا ہوں عالمِ بخود ہی میں ہے مسکن عکراںِ دلہنہ استغنا	میں کہ دلدادہ محبت ہوں شاعرِ مبتلا طبعیت ہوں سست ہوں ہوشیار حیرت ہوں صاحبِ دولتِ فراغت ہوں
۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء	الغرض کیا تاؤں کون ہوں میں حسرتِ آتش ہے حسرت ہوں
بصلِ بہار آئی ہے جوشِ گل چین میں سیکھی تھی خود فروشی کتب میں آرزو کے تیری زاکتوں کی اسے ناز کی سراپا دیوانہ کر دیا ہے یہ کس کی آرزو سے	اک دھوم سی مچی ہے ستانِ نرہ زن میں پاتے ہیں دس حیرت اس بُت کی فتن میں تشبہ گُل میں پائی ہے : باہن میں چرچا ہے کس صم کا ہر رخِ دہر میں

تو بگئی فصل گل کیا بہان ہار سائی اس جانِ مسطر کے گونگر قرار آئے	جان آجلی ہے پھر کچھ آگہاں کہیں ہیں رفت کا شوخاں ہے اس حسنِ بحرِ فک میں
سندھ ۶	وہاں خیریت محبت کچھ دیکھتے نہ رہے گی جانے کو یوں تو حسرت جلتے ہیں انہیں میں
میں ہوں لے زلف سب تیرے پر پٹا توں میں دستِ نازک سے قاتل کے نہ اٹھی تلوار کوئی سرخوش ہو کوئی ستہ کوئی خراب کر دیا جس نے مجھے دونوں جہانے فانی گھر کے ارماتوں میں کتا وہ قصور کا تو ہے	امیر ابھی لکھا ہے ترے دیوانوں میں اور ہوا ام مرا منت را بخانوں میں لکشیوں کے بھی عجب کہیں بیخانو میں ایسی کیا شے تھی وہ ساتی تیرے پاؤں میں ہاں یہ جھک کر کہاں آئے ہیں بیگانوں میں
	یادِ ایام کہ ہم جو جوں میں حسرت خوار پھرتے تھے پریشان مایانوں میں
دردِ اہم نقشِ حالِ دلِ زار پہ گویم اندازِ ہلکے ستم یا رنہ اغم میک جلوہ مستش ز جہاں بخیرم کرد	ارضا بنِ مریخ گرفتارِ چکویم اے بخیر از لذتِ آزارِ چکویم از حالِ تماشائے ناخ یارِ چکویم
سندھ ۷	ہمیشہ ہی اجاب جلتے تھے چہاں کرد و چہ با حسرت یارِ چکویم
میں تو سمجھا تھا قیامت ہو گئی سجدوں میں کون جائے دعا عطا جب میں جانوں ل میں بھی کوشش یا	خیر پھر صاحبِ سلامت ہو گئی اب تو اکیت سے ارادت ہو گئی اگرچہ ظاہر میں عداوت ہو گئی



غیر کی صحبت بیاہت ہوگی	انکوں کی معلوم تھی طسہ زحیفہ
بقلم فقیر مسدود	<div> <div>شعرا و طرح پیامدار</div> <div> <div>عشق نے اُنکے کھادی شاعری</div> <div>اب تو اچھی مگر حسرت ہوگئی</div> </div> </div>
بلیسی کوئی ہے دریائی مری بد توں روئی پریشانی مری اے ری چوٹی پشیمانی مری ہنس رہی ہے پاکدامنی مری دیکھ ہی جاؤ پریشانی مری وہ جو نہاں تھی پریشانی مری	اے ری بر باد سامانی مری مجھسا آوارہ بنایا میرے بعد چوم کر اُنکے قدم نادم ہوئی ہو رہا ہے غیر مجھ سے رنگاں واسطہ زکعت پریشانی کا نہیں ہو گئی غامض لیا سحر میں
موضع کھوٹا	<div> <div>شعر</div> <div> <div>ہو جے ہو خواہ اہل سلیم</div> <div>تھیکہ تو اچھی ہے نادانی مری</div> </div> </div>
کوئی پوچھے دل اندوہیں سے گئی ہے اُنکے پائے کرتی سے کہ جاں کا کام لیتے ہیں نہیں سے بھیا دھیلے آپ بختی سے غنیمت جانتے ہیں حقیقت شگہی سے	کھا کیا اُنکے درد دل نہیں سے حنا محسوس چشم غامض سے وہ اس انداز سے کہتے ہیں انکار کاشا ہے دلوں کی آگ ساقی ستم کرتے ہیں برے میں مایہ کے
برہان مسدود	<div> <div>شعر</div> <div> <div>ستم کوے باہاں ہو کہ حسرت</div> <div>ہوا آگنی فردوس رس سے</div> </div> </div>
دیکھی جو نہیں آپ کی صورت کئی دن سے	مضطرب ہے دیت پیری طبیعت کئی دن سے

<p>بچانے سے محروم پیدا نہ ہو رہی ہیں چھڑے سے بچے پھر فلتس خاطریت بچا بھی نہ ہو مگر تصور کو کمال بھی لئے ہیں جنوں جو دی عشق کو احباب نس فتنہ عشرتے کیا و مل سے انکار</p>	<p>میں تین ساتی کی عزت کی دان سے بے چہری طبیعت کی دن سے لٹی نہیں رونے کی بھی قدرت کی دن سے نہو لے ہے کیا کراہی حیرت کی دن سے برایا ب فرست دین تیارست کی دن سے</p>
<p>۴۴</p>	<p>۴۴</p>
<p>ہزاروں بار شکے نہک لیکن چھڑی کم شکے ہر ام نام سے مرے ہزاروں ہو گئے زندہ ہزاروں بار چھڑا جوش غما سے فرقت نے یا پھر جذبہ بے اختیار عشق نے واپس ہے کوئی کمان تک کنگھڑا سے محبت میں بغاے نار و لے یار بھی اک لہٹ تیاں ہی</p>	<p>اکسی اور کیسے آرزوئے خیم نم لکھے جاسے بھی بڑھکر تیرے انداز قدم لکھے ہزاروں بار آواز کے سر کی قسم لکھے ابھی ہم کو یہ جانوں سے تھے دہی تو م لکھے میں جانے نکلیں حسرتیں کی نہ وہ لکھے کس سے نہ ایدل دکھنا و دن سم لکھے</p>
<p>۴۵</p>	<p>۴۵</p>
<p>و جو ہمیں ہو سے دیکھنے حالت میری رات پھر اُنکے تصور سے ہو کہیں باتیں ذہن درد جگر سے ہے ہی کچھ آگاہ شکر و شوق میری بستی کو کوئی رونے کا</p>	<p>ہو گئی اور پریشان طبیعت میری کیا ہی آرام سے گزری شب فرقت میری اللہ اللہ ہی ہمیں طبیعت میری بھیٹے دیتی نہیں چین سے حسرت میری</p>

<p>یاد آگئے گلِ لب بعد محبت سیر کچھ غیبِ پیرِ لب لے درو طبیعت یہ</p>	<p>دیکھ لیتا کہ وفا سیری رلائے گلِ لب بقرا سی شبِ مجراں کی غمِ غریب بچے</p>
<p>سوال ۲۱</p>	<p>آہ وہ نہ کر چہرہٴ مست کے کسی کا ہنس لوگ کہتے ہیں کہ ہے اسکو محبت سیری</p>
<p>غم بھر خوب ہوا قیدی سیاد ہم سفر میں ہے اتنا دھبی تو شاد رہ ست ہو کہ غم کو نہیں لے آزاد رہ غم شبائے جدائی سے بھی ہم شاد رہ یہ غم جبرتی حسنِ خدا واد رہ غمِ سببِ موردِ بے رحمی سیاد رہ</p>	<p>فلو آزاد سی ویا رام سے آزاد ہے مست لطفِ عزیزاں سے تو آزاد ہے صفتِ بخودی شوقِ نہ پوچھو ہم سے لطفِ اُسہیں ہی بلا نسبت جانا شے ہیں روئے جا ناں کو نہ مات کہی غائے کی ہوئی ہم اسیرانِ نفسِ حال کہیں کیا اپنا</p>
<p>علی گڑھ کا</p>	<p>قصہ ترکِ محبت کی حقیقت معلوم چہرہٴ مست اور قیدیِ غمِ عشق سے آزاد ہے</p>
<p>کہاں اب شوق ہیں اُنکی جفا بیا نے ہیں یہ عرقِ مدعا مزنے کیا کیا لے اُنکی جفا تھامے جلوہٴ حیرتِ فزا وفا قربان ہوتی ہے جفا دکن سے آئے ہیں جھونٹے صبا</p>	<p>کہاں تلو ہے جسے جو بنا روا گئے سناتے ہیں اُنھیں افتابِ تیس زباں کو وقتِ شکرِ جو نہ کر کے نگاہِ شوق کو شکوے بہت ہیں کچھ ایسا لطف ہی اُنکے ستم میں شامِ جاںِ سببِ موربا ہے</p>
<p>نگاہوں میں ہے ہیں اپنی حسرت</p>	<p></p>

۱۹۶۷ء	وہ بیکوسے اُنکے رنڈاڑیا کے	مقام آباد
<p>لہجہ اُجائیے تھیں ایل تھیں شہنائیوں پر کس کی شوخی رنڈاڑیا نے نہ اٹھائے میں بھئی ہے حسرتوں نے عوم یہ کسا تیرا یاد سنبان جہاں کو اُنے ہوتے میں بچا ہو نگا</p>	<p>یہ اُنکے محبوب سے بیچہ خوفناک کیوں پر میں گریہ اور سو سے کوئی رات پا کیوں پر دل پر آرزو میں آج شہر مر جا کیوں پر کوئی عینسی کیوں ہو کوئی ویسٹ نہ کیوں پر</p>	
۱۹۷۱ء	نہ ہے حسرت مٹا ہے نام کسا آج کا دل ہے	مکانہ کالج
<p>میں جہاں کا یارب کس زباں سے ماجرا کیے بہ غم جز خیال یا ر اپنا کون ہوں پر بھیجے قدرو ان گریہ حسرت کے یارب بھیجے دل کو ہم کے شوق بے نہایت کا میں سے کچھ تسلی ہو دل ناشاد کی تاثیر ماں ہر لحظہ پیش و دست محو لطف رہتے تھے</p>	<p>یہ کہیے گرتو کیا کیے اگر کہیے تو کیا کیے اُسکو دوست کیے یارب کیے آشنا کیے کے اب محرم را ز دل دردا آشنا کیے نگاہ شوق کو کسی نظر کا آشنا کیے خیال یارب سے دردِ جگر کا ماجرا کیے کہاں یہ صدمہ اس غم اٹھاتے ہیں کر کیا کیے</p>	
۱۹۹۰ء	سیم صبح باقی ہے سو ملک کن حسرت	فیروز مہوہ
<p>ابھی آرزو میں ہیں حسرت وہی ہے ہوئی گریہ ترکِ محبت کو مدت نہا ہر وہ ہر چند مجھ سے فقاہوں جو کی نے سے تو یہ بھی تو کیسی تو یہ</p>	<p>بہتے تم سے اتنا کہ محبت وہی ہے مگر مچھلے روئے کی عادت وہی ہے مگر دل میں ہی دل میں محبت وہی ہے ابھی ابھی اُنے تو عادت وہی ہے</p>	

<p>نہجور سہوہ</p>	<p>اسد ہوگی گویا کبشت چہرہ سرت ابھی تک تپہ نمر کی شدت دہی ہے</p>
<p>ہیں بچی خواہش ترک بہت بڑھتی اوہڑا لیں تباہ شہادت بڑھتی دل بخت نہ ہست کی نہ ہست بڑھتی جا گر ہے یوں کہ انکو بچے است بڑھتی مرے دست تنائی شہادت بڑھتی باقی دل میراں کی مس سے روز حیرت بڑھتی تمہارے جو رہے پایاں کی لذت بڑھتی جا</p>	<p>بخت بڑی بہت لے بیروت بڑھتی جاتی ہو اوہڑا جو بہت ہو نہ رہم موتے جانے ہو وہ انہار و تپہ بڑھتی کہیں کرتے ہیں بنا ہر آن میں گوشتے لعل کی جاتی ہو سکھا دی ہیں تالی شوخیاں کچھ لطف جان جمال یار میں ہر دم جرتی ہوئی تہی ہو طیعت ہو کر درو بخت ہوتی جاتی ہو</p>
<p>۱۸۰۸۶</p>	<p>اوہڑا کو وہ لعل بخت ہوئے جانے ہیں اوہڑا لکھو کو یا بڑھتی کی سرت بڑھتی باقی ہو</p>
<p>گناہ کی پارسائی کسی تو بہ جام لانا مرا سر کیسے کھانا یا بھلا کچھ میں نے مانا انہیں جو وہ جفا کا ملک یا تو بہا م کہ انکو ہم گدا لعل مضطرب کا ستانا کہ جو شہر ہے اب نکل نہیں آئے ہیں</p>	<p>سب لاتی ہے ساقی بادہ گلگوں بلا بھی ہو کیا فائدہ صبح نہ چھوٹا ہے جانی سے ستم کیا کیا ہو گئے پردہ صبر آگاہی میں ہر لدی انکی عادت صحبت اعلیٰ کسی یہ حالت تھامے مضطرب کر دی ہری ہو</p>
<p>۱۸۰۸۷</p>	<p>وہ نہ ناز محبت میں کہم آگاہ و ناگاہی رہ گیا یا دھرت کو بڑھتی وہ مانا بھی</p>
<p>۱۸۰۸۸</p>	<p>نہ لے کر نہیں لکھا کوئی یاں بھی پروا نہیں کرتا کوئی</p>

لطف پر ختم ختم کرتے ہیں تا اسیدی کا برا ہو یاد آئیں گی وفا میں سیری	کرنے پاتا نہیں شکوہ کوئی اب بھی دل میں تنہا کوئی عجب ناشید اڑے گا کوئی	
۱۹۹۰ء	خود ہی بد نام جہاں ہوں حسرت کیا کرے گا مجھے رسوا کہیں	منقبور
از دل شد گاں حجاب تاکے لے آتش ہجر پارہ رسے مغرور مشو بہ دلپذیری تاکے یہ ہوئے تو بدوڑم	یعنی زمن اکتاب تاکے آخر ز تو دل کباب تاکے اب رونق و آب دتاب تاکے لے غیرت آناب تاکے	
۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء	سستی بگڑے حسرت آخرت اس بگڑے دریاب تاکے	علیگڑہ کافی
ہمہ طعن میں ترک الفت کے موز و لطف یار تھے جب ہم بس ہے ناکامی و فاس کا خیال گریہ مقبرہ احمد دہلی ظلم کر کے مری و فاسے یہ کیوں	یہ نئے ڈھنگ میں شرارت کے وہ بھی ایام تھے قیامت کے اب میں حصے محبت کے ہم تو قائل ہیں تری لذت کے اور ہے میں کئے شکایت کے	
۲۰ اپریل ۱۹۹۰ء	جان ناکامی بہت ہے موتے ہیں یہ اشک حسرت کے	شاعرہ علیگڑہ کافی
فکر سے تو نہ ہوا وصل کا سماں کوئی	تو ہی نہ بیر تابا اس دلِ ناداں کوئی	

وصل میں نذر نہیں درخوار جاں کوئی بنے بھی شکوہ بداد کی کھائی سے قسم موسم گل میں غیب نگاہیں دیوانوں کے	خود شوق سے ہوتا نہیں سالن کوئی دیکھو چور کار جہاں نہ اراں کوئی چاک داں جو کوئی چاک گریاں کوئی	
۱۹۰۰ء	رہ نور دان غزل سے اسے پوچھو حسرت جانے کیا مریبہ غار فیضان کوئی	ملکہ کا لچ
تا تیر مہر کی ہے نہ میری دعا کی ہے دل میں بھی اپنے پورے نادم نہیں ہوں اگر شب فراق سے دیا بجات کون بستے ہیں آج کل میں وہ پھر مائل مہنا	وہ مائل دعا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے سچ کو قسم تمہیں میری دعا کی ہے جان نزار پر یہ غایت قصا کی ہے تقدیر اوج پر دلی درد آشا کی ہے	
۱۹۰۱ء	حسرت غلام تلخ روز شمار ہے غم اُسکو فکرِ ریش روزِ تراکی ہے	مقام بھانسی
چادر میں چھپے ہوئے حیا سے شاتوں نے گہری لی زیاہت وہ مجھ پر کرم کریں تو کیونکر معلوم ہوئی کج ادائیگی ہم ہیں از خود غائبے ناخوش	کیا کہیے وہ آسے کس اداسے تم کام نہ لے سکے حیا سے مجبور ہیں عادت جفا سے کیا فائدہ عرض دعا سے شکوہ نہیں آگئی جفا سے	
۱۹۰۲ء	کچھ عرض ہی کر کے نہ حسرت نادم میں ہم اپنے دعا سے	فیچور ہوسہ
بیکلی سے مجھے راحت ہوگی	پھیڑوں آپ غایت ہوگی	

	وہ بھی گراؤ مٹی اجازت ہوگی آج بھر درد کی شدت ہوگی خفیہ غم کی اجازت ہوگی	وہ میں اُنکے قدم چیں گے بقیہ رازی کے فرسے لوٹیں گے ایک دن کدلی کے جی رو میں گے	
فیچور سہوہ	قصہ غم نہ کہوں گا حسرت جور کی اُنکے شکایت ہوگی	۱۸۹۶ء	
دردِ اُلفت بھی عتب عیش فزا ہوتا ہے اب کوئی لاکھ بھی سمجھائے تو کیا ہوتا ہے دردِ خود دردِ محبت کی دوا ہوتا ہے جب نظر کرتی ہے اک لطف نیا ہوتا ہے میں ہوں محبوب کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے	رنجِ حیراں میں قیامت کا مزا ہوتا ہے جا دیکا سر پہ ہے عشقِ تباں کا سودا جو گرجر کو ہوتی ہے تپ سے تسکین چشمِ جانان کے ہیں نیلے زلے اعزاز وہ خفا ہیں کہ دماغ بھی تھی شکایت میری		
علیکہ کالج	شکوہ غم نہ کیا ہے نہ کوڑ کا حسرت اس میں ہمیری جان کا گلا ہوتا ہے	۱۹۰۰ء	
مرغِ یاسد کو مرغانِ جن بھول گئے کہ طریقِ گلہ رنج و سخن بھول گئے لوگ افسانہ نذرِ اودھن بھول گئے ہم بھی بابِ تجھے لے عہد شکن بھول گئے یعنی ہم پیر دی اہل سخن بھول گئے	حسرتِ زار کو یارانِ وطن بھول گئے ہے تکلیفِ محبت میں وہ راحت پائی خبر وئی ترسی مشہور ہوئی عالم میں نہ لینے دل تباہ کرے لاکھ ہزار ظہیرِ درد سے ہیں درد سراپا اختیار		
	ایک بھر دی رونا بھی امیں حسرت سودہ رسوا بھی اُسے جا کے دکن بھول گئے		



ساتی ہے جوشِ گل ہے لب جو بار ہے شوقِ جنوں ہے آؤ فصلِ بہار ہے افسانہٴ مصائبِ حیران تھا در و خیز چھیڑا ہے دستِ شوق نے مجھے غنائیں آنکلی ادا کے ست کا جاتا نہیں خیال دوب مرنے تھے کاوشِ دروگر کے ساتھ	تو یہ بھی ٹوٹ جائے تو پوری بہار ہے دامانِ صبرِ دل شد گاہِ تارتار ہے خنجرِ ادا کو بھی میرے سرِ نگار ہے گو یا کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار ہے آنکھوں میں لطفِ شب کا بھی تک تھار ہے اب اٹھکراؤ آنکھ نہ دلِ مقبیلار ہے
---	--

۲۶ فروری ۱۹۹۸ء	تاریخ جہاں سے حسرتِ دیوانہ چل با ہاں ہاں جہی تو حیرتِ جنوں اٹھتا رہے	تبلیغِ شاہِ ظفر دہلوی
----------------	---	-----------------------

پھر تفاعل کیلئے ہے گرفتِ دل میں ہے استحسانِ صبرِ خاطر ہے تجھے نہ نظر کم لگتا ہی چھیڑے ہے صرف لے جو جفا سو اگر منظور ہے اندازہٴ صبر و قرار چھیڑے تو ہمسے کا کھولنے کیوں تو یہ بنا ہے تجھے منظور رہا امارا لے و لنگھن ہو رہی ہیں آرزوئیں بل کے آپس میں جلا میری جانب سے کچھ اندیشہ نہیں کوئی کمی تو نے لے پیاں تن کیوں پھر نہ کچھ گرم	سچ بنا کیا تیرے آخرِ عمرِ وقتِ دل میں ہے یا مری جانب سے باقی کچھ کدورتِ دل میں ہے یا زانی اور ہی کوئی شرارتِ دل میں ہے استحسانِ دینے کی یاں لب کسکے طاقتِ دل میں ہے مازہِ رواری کی آیا قابلیتِ دل میں ہے یا نہیں تو خواہشِ ترکِ محبتِ دل میں ہے کچھ ادا کی ہے تری برپا قیامتِ دل میں ہے یہ رخی پر بھی تری دسی ہی الفتِ دل میں ہے آرزو سے شوقِ سرگرم شکایتِ دل میں ہے
---	--

۳۰ اگست ۱۹۹۸ء	اے تفاعل! گیشِ دماں اور تو صبرِ خول ہو ہے اکب باقی تیری پاؤسی کی حسرتِ دل میں ہے	علیگندہ کالج
---------------	---	--------------

<p>دار فغان جلوہ جان کہ ہر گئے ہو ر خزاں نے رونق بخش سے کیا کیا کرنے لگے کرم کے عوین سچ ادائیاں وہ ہر کرم میں تو ہم ہوش میں نہیں اب تک در قبول سے نالے پھر نہیں</p>	<p>ایسے شخصیں بخودی ترسہ مہاں کہ ہر گئے مرغاب باغ بادل نالاں کہ ہر گئے وہ وند ہاے لطیف فراواں کہ ہر گئے یار ہاے دل کے سب اراں کہ ہر گئے کیا دیا ہے کہ ہو کے پیشیاں کہ ہر گئے</p>
<p>۲۵ نومبر ۱۹۰۶ء</p>	<p>حسرت جفا سے یار کی کیوں ہیں شکایتیں پاس و فاکے و دہرے جہاں کہ ہر گئے شاعر و عابد کلاں</p>
<p>جھوم جھوم آنے لگا ابر بہاری دیکھیے پھر ہے اُس میدان کے شوق عین آتش ہے تنہا دل میں اتنا کہ اک لگا لطف کی جوش گُل کے ساتھ پھر خوشیوں بڑھنے لگا یار سے خط و کتابت بھی سودہ بھی اب نہیں ناز و براہِ عالم دکھائے نامے میں مجھے خاطرِ محروم کا اندسے پاس و فاکے</p>	<p>کتنا کہ بانی ہے یہ ہر نگاری دیکھیے خاطرِ کام کی بے اختیاری دیکھیے ہو ر پنا دیکھیے مسرت ہماری دیکھیے اُٹھ چلی دنیا سے رسم ہوشیاری دیکھیے بخت نامہ ہوا کی ناسا دگاری دیکھیے اُس سراپا ناز کی صفوں نگاری دیکھیے ہے ابھی تک باطل اسید واری دیکھیے</p>
<p>حال دل پر آگئی تھی کچھ ایسی سوچیں حسرت خواہم کی ترساری دیکھیے</p>	
<p>سروں کو بویا ہے کہ شوق پائالی سے نظر میں پھر گئیں کیفیتیں سب عہد ساقی کی پریشانی پہ گیسو کے ہزاروں ناز ہیں شاید</p>	<p>نہ بوجھو اُس شرابی کے خرام لا ابالی سے پھر آئے تنک نوں نظارہ نیکے خالی سے وہ بے پروا زینتِ فخری آشفۃ خالی سے</p>

<p>نشان بیتے ہیں انکے سنج بہرہ کی بجالی سے          بہت گیسے عمر سے قسانہ آفتہ مانی سے          اگر سب جو حیرت ہیں کیسی خوش بجالی سے</p>	<p>انہیں مٹو کے میں الہی ہماری خوانشانی نے          وہ عرض رحم کو تجھے شکایت چور بجا کی          یہ گل ہیں یا کھلے ہیں مٹھ حینان گلستان کے</p>
<p>ہماری قدر دان خوب کی شامینہ غم نے          ملا ہے خلعت حسرت اسی دربار عالی سے</p>	
<p>میں نہیں ڈرتا تھا سبے خیر بیاک سے          پوچھ لیں خود آپ اپنے غمزدہ جالاک سے          کر دیا آزاد فکر گردش افلاک سے          ذوق صبا دور ہے ظالم ترے اور اک          ہے سکوں دشوار صیدیتہ فخر اک          پوچھ دیکھے کوئی ہم افتادگان خاک سے</p>	<p>خود بجا آیا ہوں جو رخا طرغماک سے          اضطراب دل کی آخر مجھے ہیں سکوں پرشیں          گردش پایہ ساقی تری کیا بات ہے          و جہ ترک پارسائی تجھ سے واعظ کیا کہیں          ہم اسیران مہتم پر قبر ہے منع نغان          شوق جنت سے ہیں فانی عاشقان کھے یار</p>
<p>آدہ درو آلود میں حسرت نہ ہو کیونکر اثر          نکلی ہے آخر ماہے سیدہ صدا چاک سے</p>	
<p>ایک عرض ہو بیان اجر سے طور سے          کچھ نہ چھو شغل ناکام شب و بچور سے          شوق سودا جا چکا اپنے سر پر شور سے          پھر رلا ہے اس زمان عشق کے مذکور سے          کام مچھلو آپڑا ہے اس بت معرور سے          اور ہم رہنے لگے غم و م سے مجبور سے</p>	<p>میتا ہیں جلوہ ماہے ساقی مجبور سے          رات بھر بوتی رہیں باتیں دل مجبور سے          واقف دیوانگی ہیں مائل جوش جنوں          ہمیش وہ کیا ہوئے آغاز الفت کے مڑے          پرسش عشاق کو سمجھے جو نقص و لہری          وہ سراپا لطف مفتون تعادل ہو گیا</p>

<p>نکود غم کی آواز ہوساں دہی نہیں          ایک میں دم ہے ویا رفتوق کے دستوں سے          اپ کہاں وہ نوسہ سیر عین کے لئے ہمار          تہک انشت پر بھی دہی کے عجیب بات ہوئی          دیکھ کر آں کا قرا آشنا کو دور سے</p>	<p>کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کی نظیر          ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشا پور سے</p>
<p>عذر گناہ پر بھی اس درجہ کج ادائی          دل کی ہجوم غم سے حالت بد لگتی ہے          بچپن کر رہی ہے محسوس کی تنہا          کچھ بھی اثر نہیں ہے اُس پر جفا کے پہلو          تیرا منوں کہاں ولے گر پتہ نہ دست</p>	<p>اسد ری کم نگاہی اسد ری ہو قالی          لے کاٹنے نہ ہوتی اُس شوخ سے لڑائی          بتیاب کر رہا ہے رنج شب بدائی          اس رنج بے اثر کی دیکھی شکستہ پائی          کر آوارہ لاکھ کی کچھ قوی رہ نائی</p>
<p>عفو خطا کی حسرت بیکار میں ایسویں          اُس دشمن و فاسے اب ہو چکی صفائی</p>	<p>شرم جفا سے لطف سراپا بنے نشے          شاد و خوں نے خلعتِ آزادگی دیا</p>
<p>وہ آجکل ہیں جانِ تنہا بنے ہوئے          از خداں ہیں میں خیال کے مہرا لیے ہوئے</p>	<p>حسرت کہ تھے مذائے تاساے روئے یار          سو خود ہی پھر سے میں کا شا بنے ہوئے</p>
<p>صد چون من زار در ہواش بادا          البتہ فدائے خاک پالیش بادا</p>	<p>جاناں کہ ہزار جاں فدائش بادا          ایں رتہ کجا کہ جاں فدائش گویم</p>

عبارت خاتمہ دیوان حسرت موہانی حصہ اول (طبع ثانی)  
 دیوان حسرت حصہ اول کا چلا ڈیشین ثنائین سخن کی تدوینی و وصلہ اندازی کی  
 بدولت بہت جلد ختم ہو گیا۔ پس اب کہ اس کے دوبارہ چھاپنے کی فرت آئی ہے  
 چند امور ضروری گذارش طلب ہیں۔ مثلاً یہ کہ طبع اول میں صرف وہ غزلیں چھاپی  
 گئی تھیں جو اردوئے معلیٰ اور دیگر ادبی رسا کی میں چھپ کر عام طور پر شائع ہو چکی تھیں  
 اور طبع ثانی میں چند ابتدائی غزلیں بھی بطور مشتمل نمونہ از خردوار سے بصورت ضمیمہ  
 شامل کر دی گئی ہیں۔ طبع اول کے دیا چر میں بیان ہو چکا ہے کہ ۱۹۱۶ء سے  
 ۱۹۲۰ء تک کی شاعری کا ایک بڑا مجموعہ نظموں۔ قصیدوں۔ قطعوں۔ غزلوں  
 اور نظم انگریزی کے ترجموں کی شکل میں راقم حروف کے پاس موجود ہے جس کی  
 نسبت امکان یہ تھا کہ نظر ثانی کے بعد قابل اشاعت ہو جائے گا۔ لیکن بعد میں  
 کچھ تو اس خیال سے کہ ابتدائی کلام کی اصلاح و ترقی کی یہ کوشش کوہ کندن و کاہ  
 بر آوروں کی مصداق قرار پائیگی اور کچھ اس لحاظ سے کہ رفتہ رفتہ راقم حروف کی  
 طبیعت نے اپنے لیے اصناف سخن میں غزل اور صرف غزل کو اپنے حسب حال  
 پاکر منتخب کر لیا ہے، اس کل مجموعہ خرافات کو کب قلم نظر انداز کر دیا۔ البتہ  
 چند غزلیں ضرور رہنے دیں۔ لیکن ان کو بھی اپنے ابتدائی لباس میں بلا اصلاح  
 چھوڑ دیا تاکہ اہل نظر کو اس کے مطالعے سے راقم حروف کے مذاق سخن کی تدریجی ترقی کا  
 اندازہ ہو سکے۔ ان غزلوں کی کڑوی اور بے لگی کے تعلق نقادان کلام سے عفو اور درگذشتہ  
 بندہ محبت فقیر حسرت موہانی علیحدہ



242

1915 12 14

(242)

DUN RATE

